اکیسویں صدی کا تہذیبی منظر نامہ: فکرِ اقبال کی روشنی میں

محمد شوکت علی

Muhammad Shoukat Ali

ساجدہ پروین

Sajida Parveen

حنا تحسین

Hina Tahseen

Ph.D Scholars, Department of Urdu.

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

In the light of thought, Iqbal has presented a religious scene of the 21 century. This article describes civilizations with an explaination of civilization and meaningful interpretation. And the tendency to conflict with the great civilization of the world has been predicted. According to the present requirements,reasons for civilization have been presented. Iqbal's poetry emotions and critical thoughts have taken place in the context of civil war. Islamic civilization and Western civilization are two big civilizations that are contradictory. Iqbal's poetry has explained the contradictions of these civilizations.

کرہ ارض پر بہت سی تہذیبیں ہیں، لیکن جن تہذیبوں میں تصادم کی لہر زیادہ نمایاں ہے وہ تہذیبیں دو ہیں: ایک اسلامی تہذیب اور دوسری مغربی تہذیب۔ مغربی تہذیب دوسری تمام تہذیبوں کو نابود کرنے کی اجارہ داری کا استعماری جواز بنائے ہوئے ہے۔ خاص طور پر زوالِ روس کے بعد امریکہ عیسائی تہذیب کا علمبردار بن کر پوری انسانیت کو باور کرا رہا ہے کہ اب چار دانگ عالم میں ایک حاکم کی حکمرانی ہوگی باقی سب مرگِ مفاجات ہیں۔ مغربی تہذیب اپنی اقتصادی اور عسکری برتری کی وجہ سے دوسری تہذیبوں کو خس و خاشاک سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی۔ اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کو فکرِ اقبال کے آئینہ میں پیش کیا گیا ہے کیوں کہ علامہ اقبال مشرق میں پیدا ہوئے، مغرب میں ذہنی نشو و نما پائی اور مغرب سے علمی اور عملی طور پر قریب رہنے کے باوجود اس سے مرعوب نہ ہوئے۔

اکیسویں صدی عیسوی میں سب سے زیادہ تہذیبی تصادم کی ترویج ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک اور پنٹاگان پر ہوائی جہازوں سے حملہ کی صورت میں ہوئی۔ ہزاروں انسان ان حملوں کی زد میں ہلاک ہوئے۔اس کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے مسلم دنیا پر ظلم و بربریت کو مزید تیز کر دیا۔شام،عراق،فلسطین، برما،آسام،افغانستان اور جموں وکشمیر میں سفاکیت اور درندگی میں مزید اضافہ ہوا۔آج اسلامی تہذیب کو تباہ کرنے کے لیے امریکہ سرفہرست ممالک میں سے ایک ہے جس نے مشرقی مسلم ممالک کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔مغربی تہذیب مشرقی ممالک کو مجلسِ اقوام متحدہ،گلوبلائزیشن (عالم کاری) اور عالمی تہذیب کے ذریعے کمزور سے کمزور کر رہی ہے۔مجلس اقوام متحدہ نے یہودی ریاست اسرائیل کے وجود کو ممکن بنایا ہے اور یہودیوں نے امریکہ کو پوری طرح اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔اس کا ثبوت عصرِ حاضر میں امریکی ہتھیاروں اور افواج کا اسرائیل کی امداد کرنے کی صورت میں عیاں ہے۔اقوام متحدہ نے ہمیشہ یہودی اور امریکی مفادات کو فروغ دیا۔گلوبلائزیشن نے مغربی ممالک اور مشرقی دنیا میں کشمکش اور تصادم کو ابھارا ہے۔گلوبلائزیشن کے حقیقی معنی نجی سرمایہ کاری کی ترویج ہے جو مغربی ممالک سے تعلق رکھتی ہے اور یہ نہج عالمی سرمایہ داری((Global Captalism کی صورت اختیار کر رہی ہے۔گلوبلائزیشن دنیا کو سیکولر ازم اور مادیت کو بطور ''معبود'' تسلیم کرنے کی طرف راغب کرتی ہے جو کہ مسلم دنیا کے لیے کفرِ عظیم ہے۔معید الظفر گلوبلائزیشن کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک اس گلوبلائزیشن کا تعلق ہے اس نے نہ صرف معاشی اور سیاسی میدانوں کو متاثر کیا ہے بلکہ فن،ادب،ثقافت اور اسلامی تہذیب کو بھی اس نے سبوتاژ کرنے کی مذموم کوشش کی ہیں۔''(۱)

اکیسویں صدی میں تہذیب یا کلچر کسی بھی معاشرے کے سماجی،اخلاقی،مذہبی،سیاسی اور معاشی پہلوؤں پر اثر انداز ہوئی ہے۔اس میں سیاسی اور قومی شعور،وطنی شعور اور اجتماعی و تہذیبی شعور کے تشخص کو متاثر کیا ہے۔تہذیبی تصادم کے بارے میں ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سموئیل پی ہنٹنگٹن نے نظریہ پیش کیا جو ۱۹۹۳ء میں Foreign Affairs نامی میگزین میں بعنوان 'تہذیبی تصادم کیا ہے؟(The Clash of civilization) شائع ہوا۔بقول سموئیل:

> ''موجودہ دور میں تہذیبی تصادم دنیا کے امن وامان کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے اور ایسا عالمی نظام جو تہذیبوں کی بنیاد پر مبنی ہو وہ عالمی جنگ کے خلاف ایک یقینی تحفظ ہے۔''(۲)

دنیا میں جن تہذیبوں کے درمیان تصادم پایا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔مغربی تہذیب	۲۔کنفیوشنی (چینی) تہذیب	۳۔جاپانی تہذیب
۴۔اسلامی تہذیب	۵۔ہندو تہذیب	۶۔Slavic orthodox تہذیب
۷۔لاطینی امریکی تہذیب	۸۔افریقی تہذیب	

اسلامی تہذیب کے ساتھ زیادہ متصادم تہذیبیں جاپان،روس،افریقی،مغرب،لاطینی امریکی اور پاکستان کا ہمسایہ ملک بھارت بھی اس تصادم میں کارفرما ہے جبکہ چین کم متصادم ملک ہے۔اسلامی اور چینی تہذیبوں میں مغربی تہذیب سے متصادم پن نظریاتی یا اقتصادی تو ہے ہی بلکہ ثقافتی Cultural طور پر بھی پایا جاتا ہے۔تہذیبی تصادم سیاسی اور مذہبی اقدار کو غالب کرنے

کے لیے رونما ہوتا ہے۔تہذیبی تصادم مختلف مما لک کے درمیان ان کے اپنے مقاصد و مفادات کی وجہ سے ہوتا ہے جن مما لک میں زبان، مذہب، اقدار و روایات، ادارہ جات اور ثقافت مشترک ہے ان مما لک میں تصادم کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

تہذیب ایک سماجی نظام (Social Order) ہے اور ثقافت اس میں پروان چڑھتی ہے۔تہذیب و ثقافت کی ترویج میں چار بنیادی عناصر کارفرما ہیں:

۱۔اقتصادی اہتمام ۲۔سیاسی نظام ۳۔اخلاقی اقدار ۴۔علم وفن کی جستجو

دنیا میں جتنے بھی عظیم مذاہب ہیں ان میں اسلام ایک واحد مذہب ہے جس میں یہ چاروں عناصر موجود ہیں۔جبکہ ہندو اور عیسائی مذاہب سیاسی اور اقتصادی نظام میں اس طرح مستحکم نہیں۔مغربی تہذیب اور مغربی حکومتوں نے مشرق وسطیٰ کے اسلامی مما لک کے خلاف سرد جنگ شروع کی ہوئی ہے۔وہ مشرقی مما لک کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔عراق، فلسطین، شام اور برما جیسے ملکوں میں مغربی تہذیب کی ترقی و ترویج کے لیے کس طرح ہٹ دھرمی، عصبیت، منافقت اور سفاکیت ڈھائی جارہی ہے۔مسلمانوں کا قتل عام کیا جارہا ہے۔کشمیر میں بھارت نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کردی ہے اور اسی طرح پاکستان اور افغانستان میں آئے دن دہشت گردی کے واقعات کا رونما ہونا، اس جارحانہ رویے کی پشت پناہی میں مغربی مما لک اور امریکہ سرفہرست ہے۔امریکہ عرب مما لک پر اپنا تسلط قائم کر کے اسلامی تہذیب کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے تاکہ دنیا میں اس کی اجارہ داری قائم ہو سکے اور دوسری تہذیبوں کو اپنے طاقت کے بل بوتے سے مفلوج کیا جا سکے۔قدرت کا قانون ہے کہ ہر عروج کے بعد زوال رونما ہوتا ہے۔تہذیبوں میں عروج و زوال رونما ہوتا رہتا ہے۔مغربی تہذیب جس کی پشت پناہی امریکہ کر رہا ہے اس میں بھی فساد اور خستہ حالی میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن پھر بھی مغربی تہذیب دوسری تہذیبوں کو کمزور کرنے اور ان کی اجارہ داری کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔معید الظفر لکھتے ہیں:

> ''مغربی تہذیب جس کی نمائندگی موجودہ دور میں امریکہ کر رہا ہے اس قانون قدرت کے خلاف جا کر اپنی بالادستی و برتری کو محفوظ کرنا چاہتی ہے جو بالفاظ دگر زمانہ کی گردش کو روکنے کے مترادف ہے۔'' (۳)

اکیسویں صدی میں مغربی تہذیب ہر طرح سے اسلامی تہذیب کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔مغربی تہذیب نے ذرائع ابلاغ جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبار و جرائد، انٹرنیٹ، کتاب، تمثیل، نغمہ و فلم، فن و حسن اور ملبوسات کی نمائش وغیرہ کو ہر طرح سے مغربی تہذیب، اسلامی تہذیب پر اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔مغربی تہذیبیں ہر طرح سے مشرق وسطیٰ میں اپنے رعب و دبدبہ کو قائم کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔وہ اپنی اقدار و روایات، مذہب و ثقافت کو دوسری تہذیبوں میں رائج کر کے اپنا علم پوری دنیا میں لہرانے کے خواہاں ہیں اور ان کا سب سے بڑا ہدف اسلامی تہذیب ہے۔اسلامی تہذیب کو اپنا غلام بنا کر مغربیت ساری دنیا میں عام کرنے کے لیے کوشاں ہے۔مغرب نے ہمیشہ پورے عالم اسلام کو اپنے ماتحت کرنے کی کوشش کی ہے۔اقوام متحدہ نے بھی ہمیشہ مغربی اتحادیوں اور امریکی مفادات کو سراہا ہے۔اس نے اسرائیل اور امریکہ کے خلاف آواز اٹھانے والے مما لک کو ہمیشہ فراموش کیا ہے۔مغربی تہذیب کو آفاقی (Universal) تہذیب تصور کیا جاتا ہے جبکہ اس نے اپنی ساکھ کو قائم کرنے کے لیے مشرق وسطیٰ اور دوسرے مما لک جو مغربی تہذیب سے الگ تہذیب و ثقافت رکھتے ہیں، وہاں ظلم

وبربریت کی جنگ شروع کی ہوئی ہے اور اس سے تہذیبی تصادم بڑھتا جا رہا ہے۔گلوبلائزیشن سے مغربی ممالک نے مشرقی دولت کولوٹنا شروع کیا ہوا ہے،جس سے مشرقی ممالک غریب سے غریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور مغربی ممالک معاشی طور پر مستحکم ہوتے جا رہے ہیں۔

اکیسویں صدی میں بھی مغربی تہذیب برہنہ،خودغرض، غیر ذمہ دار اور مادہ پرست تہذیب ہے۔مادہ پرستی کی وجہ سے اخلاقی اور روحانی طور پر ایک مفلوج تہذیب ہے اور اسلامی تہذیب اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ایک پائیدار تہذیب ہے۔اس میں عالم گیریت کے واضح عناصر موجود ہیں۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) اردو زبان و ادب کے شاعر ہی نہیں ہیں بلکہ وہ دنیا کے عظیم مفکر اور فلسفی ہیں۔انھوں نے جہاں مشرقی علوم وفنون کا مطالعہ کیا ہے وہاں مغربی تہذیب کا بھی بغور مشاہدہ کیا ہے۔اس سے ان کے سائنسی اندازِ فکر کا بھی پتہ چلتا ہے۔انھوں نے بڑے عمیق انداز سے مشرقی اور مغربی تہذیبوں کا جائزہ لیا ہے اور بڑے جرأت مندانداز میں مغربی تہذیب وتمدن کا نشانہ بھی بنایا۔شاید اس لیے ہی ان کو مولانا ابوالحسن ندوی نے مشرق کا سب سے بالغ النظر مفکر تصور کیا تھا۔

اقبال نے ۱۹۰۵ء میں قیام لندن میں مغربی تہذیب کو محسوس کیا۔چار سالہ قیام یورپ کے دوران انھوں نے یورپ کی مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے رجحان،روایت شکنی اور صنعتی انقلاب کے خطرناک اثرات کو محسوس کیا۔۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم برپا ہوئی،جس سے بے پناہ تباہی ہوئی۔۱۹۱۷ء میں روسی انقلاب اور پھر ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور مطالبہ فلسطین کی بڑھتی ہوئی اہمیت نے اقبال کی فکر وسوچ کو مزید تقویت دی،جس سے انھوں نے مسلمانوں کے مستقبل، عالم اسلام میں ان کی اہمیت اور ان کے روشن مستقبل کے بارے میں غور وفکر کیا۔اقبال نے ہمیشہ حق بات کی تائد کی اور وہ کبھی بھی مغربی تہذیب کے مخلص مقلد اور پیروکار نہیں تھے۔البتہ وہ سائنسی، تکنیکی اور ٹیکنالوجی میں مغربی تہذیب کی ترقی وترویج کے قائل تھے۔

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ بیچارہ زن شناس نہیں(۴)

☆☆☆

نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلگونہ فروش(۵)

اقبال بیک وقت فلسفی، شاعر، ادیب، قانون دان، سیاست دان اور ماہرِ عمرانیات سب کچھ تھے۔وہ مغربی تہذیب اور ان کے مادہ پرست ذہنیت سے خوب واقف تھے اور مستقبل میں مغربیت کے اسلامی تہذیب پر ناہموار رویوں اور اثرات سے باخوبی آگاہ تھے۔اقبال کے نقطۂ نظر میں بلند فکر اور عالم گیریت کا عنصر عیاں ہے۔اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کا فرمان ہے:

> ''اقبال کی ادبی شخصیت عالمگیر ہے۔وہ بڑے ادیب، بلند پایہ شاعر اور مفکر اعظم تھے،لیکن اس حقیقت میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت بڑے سیاست دان بھی تھے۔۔۔۔۔۔مرحوم دور حاضر میں اسلام کے بہترین شارح تھے کیوں کہ اس زمانے میں اقبال سے بہتر اسلام کو

کسی نے نہیں سمجھا۔ مجھے اس امر کا فخر حاصل ہے کہ ان کی قیادت میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کرنے کا مجھے موقع مل چکا ہے۔ میں نے ان سے زیادہ وفادار رفیق اور اسلام کا شیدائی نہیں دیکھا۔''(۶)

اقبال کا نقطۂ نظر واضح اور صاف ہے وہ حق اور سچ کے حامی ہیں۔ان کے احساسات و جذبات میں حق گوئی اور حقیقت پسندانہ افکار کی آبیاری ہوتی ہے۔ان کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ مخالفت نہیں کرتے بلکہ بڑے جرأت منداور پر معنوی انداز میں تہذیب وتمدن پر تنقید کرتے ہیں۔ ناامیدی، مایوسی، افسردگی اور پسماندگی ان کا شیوہ نہیں ہے بلکہ ان کا نقطۂ نظر وسیع اور پر مغز ہے:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ ابلۂ مسجد ہوں ،نہ تہذیب کا فرزند(۷)

☆☆☆

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی(۸)

اکیسویں صدی میں بھی اقبال کا نظریہ فکر انسانی زندگی کے گوناگوں تقاضوں کی تکمیل کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کی طرف راغب کرتا ہے۔تہذیب کے برعکس مذہب اصول وضوابط اور قانون وضع کرتا ہے تا کہ زندگی کے نصب العین کو حاصل کیا جا سکے۔ان کا فکر و فلسفہ قابل عمل اور قابل ستایش ہے۔ان کی شاعری تخیلاتی نہیں بلکہ انسان کو فکر وعمل کی طرف راغب کرتی ہے۔ان کا فلسفہ زندگی اسلام کے اصولوں پر چلتے ہوئے نئے زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ان کے نظریات وتصورات میں زندگی کے اسرار کو سمجھنے کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ زندگی سے متعلق فرد اور قوم کے تناظر میں صوفی تبسم رقم طراز ہیں:

''اقبال کی شاعری کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے فقط زندگی کو شاعری اور شاعری کو زندگی سے وابستہ ہی نہیں کیا بلکہ زندگی کے تصور کو بھی خواہ وہ فردکی زندگی ہو یا قوم کی بلند تر کردیا۔''(۹)

اقبال کے نظریہ فکر میں ملتِ اسلامیہ کی ترقی وترویج کے اثرات عیاں ہیں۔ان کے ہاں اسلامی تہذیب کی پاسداری کا سبق ملتا ہے اور وہ کسی صورت بھی اسلامی اقدار وروایات،تہذیب وثقافت پر مغربی تہذیب کی اجارہ داری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں۔وہ اسلامی تہذیب کو عالمگیر تقاضوں پر محیط کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور مغربی تہذیب سے مادہ پرستی کو اپنے روحانی خیالات وتصورات پر کبھی بھی حاوی ہونے کا درس نہیں دیتے۔انھوں نے مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب کے لیے تباہ کن اور پراگندہ ذہنیت کی مالک تہذیب تصور کیا ہے۔ڈاکٹر گلشن طارق رقم طراز ہیں:

''اقبال کی فکر کا مرکز ملت بیضا تھی۔وہ شب و روز اسی فکر میں غلطاں رہتے کہ کس طرح ملتِ اسلامیہ کو تباہی وبربادی کے گڑے سے نکالا جائے۔''(۱۰)

اکیسویں صدی میں بھی اقبال کے تہذیبی افکار کو وسیع معنوں میں دیکھا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کی نظم اور نثر دونوں میں انسانی مسائل کا سامنا ہے۔ اقبال کی فکر آج کے جدید انسان کی فکری اور عملی تقاضوں کی آبیاری کرتی ہے۔ انھوں نے فکری لحاظ سے قومی اور ملی جذبے کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور ہمارے لیے تصورِ خدا، تصورِ کائنات اور تصورِ انسان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے کہ ان تمام پہلوؤں کو کس تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ اقبال کی فکری وسعت کے ضمن میں ڈاکٹر طاہر حمید تنولی لکھتے ہیں:

''اقبال کی شاعری میں ہمیں ان کا آہنگ رومی کی طرح حیات افروز و عمل انگیز، ملٹن کی طرح پر شکوہ، حافظ کی طرح نشاطیہ، دانتے کی طرح گہرا، غالب کی طرح کشادہ، بائرن کی طرح ہموار اور گوئٹے کی طرح پر سوز نظر آتا ہے۔''(۱۱)

اقبال کی نظریاتی فکر عالمی سطح پر کشادگی کی حامل ہے۔ ان کی شاعری میں وسعتِ نظری کے عظیم نمونے موجود ہیں جو مشرق کے کسی دوسرے شاعر کے ہاں اس قدر موجود نہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ اغیار بھی کرتے ہیں۔ لارڈ لوتھین نے کہا تھا کہ عالم اسلام ہی نہیں بلکہ تمام مشرق میں اقبال جیسا اثر انداز مفکر اور کوئی نہیں۔ اقبال کی فکر میں عالمی سماجی نظام (Universal Social Reconstraction) کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے نکلسن کے نام خط میں یہ واضح کیا کہ میری فارسی نظموں کا مقصد اسلام کی وکالت نہیں بلکہ میں عالمی سماجی نظام کی تشکیل چاہتا ہوں۔ یعنی اسلامی تہذیب ہی ایک ایسی تہذیب ہے جو رنگ نسل، ذات پات اور رتبہ و درجہ کے تمام امتیازات کو مٹانے کا درس دیتی ہے۔

فکر اقبال میں پاکستان کا وجود میں آنا بھی شامل ہے۔ مسلم دنیا کے مسائل کو عالمی و سیاسی تناظر میں اقبال ہی کے افکار میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے تہذیبی تصادم اور ان کے باہمی مسائل کو بھی اپنی شعری کاوشوں میں پیش کیا۔ اقبال نے نہ صرف تہذیبی کشمکش کو مختلف زاویوں سے پیش کیا بلکہ ان سے پیدا ہونے والے مسائل کی بھی نشان دہی کی۔ تہذیبوں کے باہمی مسائل کے رونما ہونے اور ان کے نقصانات اور ان کے مسائل کے حل کرنے کی ترغیب اپنی نظم و نثر میں پیش کی۔ قیام یورپ کے دوران اقبال مغرب کے فکری اور علمی دریچوں سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انھوں نے پیشن گوئی کی تھی کہ مغرب کی تہذیب اپنی ناپائیداری کے خود اسباب پیدا کرے گی اور تباہ و برباد ہو جائے گی:

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِکم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہو گا(۱۲)

اکیسویں صدی میں یورپ نے تکنیکی اور مادی طور پر تو خوب ترقی کی ہے، لیکن ثقافتی اقدار، اخلاقی پہلوؤں اور روحانیت کے تسکینی اندازِ فکر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو وہ ایک برہنہ، آوارگی اور بے چینی سے دوچار کیفیت کی حامل تہذیب ہے۔ اقبال اسلامی تہذیب و تمدن کے بہت بڑے علم بردار تھے۔ انھوں نے عالم اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اس ضمن میں زاہد چودھری لکھتے ہیں:

''وہ بیسویں صدی میں عالم اسلام کے زوال اور بالخصوص مسلمانانِ ہند کی زبوں حالی پر

بہت اشکباری کرتے تھے۔ان کے دل میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے بے پناہ درد تھا۔''(۱۳)

علامہ اقبال نے اقوام کی ترقی اور زوال میں افراد کی اہمیت کو اجاگر کیا اور تہذیبوں کی ترقی کے لیے افراد کی اجتماعیت پر زور دیا۔انھوں نے اپنے نظریہ تغیّر کو قرآن پاک کی روشنی میں پیش کیا۔جس میں انھوں نے اقوام کی تہذیب وتمدن کی پائیداری اور زندگی کی بقا کی حقیقت کو نظریہ تغیّر میں عیاں کیا۔اسلامی تہذیب وثقافت میں جمود کے سخت خلاف تھے۔ان کے افکار ونظریات میں اجتہاد کرنے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔جمود کو توڑنے کے لیے اجتہاد پر زور دیا گیا ہے۔ان کے نزدیک اسلامی تہذیب غیر اسلامی تہذیبوں سے پاک اور صاف تہذیب ہے۔اسلامی تہذیب میں قدیم اور جدید رجحانات اقبال کے خطبات میں عیاں ہیں۔محمد شریف بقا رقم طراز ہیں:

''اقبال کا ماننا تھا کہ اسلام اپنے ماخذ الہام کی بنا پر قدیم لیکن اپنی روح کے لحاظ سے جدید دور سے تعلق رکھتا ہے۔''(۱۴)

اقبال نے قوم پرستی (Nationalism) کو نہ صرف ملتِ اسلامیہ کے لیے مضر قرار دیا ہے بلکہ اقوامِ مغرب کے لیے بھی زوال قرار دیا ہے۔عالم اسلام میں وطنی قومیت کا تصور علاقوں اور ملکوں سے بالاتر ہے اور اسلامی تہذیب پان اسلامک تہذیب (Pan-Islamic Civilization) ہے۔وہ مسلمان کو وطن سے منسوب نہیں کرتے بلکہ اسلام سے منسوب کرتے ہیں۔مسلم ملت کو مقام وملک کی حدود وقیود سے کوئی سروکار نہیں۔عالم اسلام میں کوئی جغرافی حدبندی کی پابندی نہیں ہے:

ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس نہ شام(۱۵)

☆☆☆

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے(۱۶)

اکیسویں صدی میں دیکھا جائے تو مغربی تہذیب سائنس اور ٹیکنالوجی میں اسلامی ممالک سے کہیں آگے ہے،لیکن اس نے سائنسی علوم میں ترقی اسلامی تہذیب وثقافت سے استفادہ کر کے ہی کی ہے۔عربی تہذیب نے سب سے پہلے سائنس میں ترقی کی،لیکن خوابِ غفلت میں پڑ جانے سے مغرب جاگ گیا اور سائنسی ومعاشی طور پر ترقی وترویج کر گیا۔مغرب نے اسلامی علوم وفنون سے استفادہ کیا اور ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔جبکہ اس کے برعکس اسلامی تہذیب نے اپنے علوم وفنون ،قرآن وسنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔یہی اسلامی تہذیب کی سب سے بڑی ناکامی ہے،غور وفکر،تحقیق وتجزیہ کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں بھی کہا گیا ہے،لیکن ہم اس پر عمل پیرا نہیں،یہی عالم اسلام کی سب سے بڑی ناکامی ہے:

بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشان کر گئی
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی(۱۷)

اکیسویں صدی میں ملتِ اسلامیہ کو ترقی کرنے کے لیے اجتہاد پر عمل کرنا ہوگا اور جمود کے بت کو توڑنا ہوگا جیسا کہ فکرِ اقبال

جمود کے خلاف ہے اور اجتہاد کو امتِ مسلمہ کے لیے ترقی کا ضامن قرار دیتی ہے۔ اجتہاد اور جہاد سے مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عزت و وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ خواہ مغرب نے مادی طور پر کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لی ہو لیکن وہ روحانی طور پر غم والم، اور انتشار و پراگندگی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اقبال کی فکر نے مغرب کی تقلید کا درس نہیں دیا بلکہ ان کے تہذیبی، معاشی اور سیاسی نظام کو اسلامی تہذیب کے لیے مضر قرار دیا ہے۔ عالم اسلام کی ناکامی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نے غیر اسلامی تہذیبوں کی تقلید کرنا شروع کر دی ہے، جس کی وجہ سے اسلامی تہذیب اپنا تشخص کھوتی جا رہی ہے۔ اسلامی تہذیب میں اندرونی انتشار، تعصب، نفاق، بخل اور منافقت جیسی برائیاں پائی جاتی ہیں۔ فکرِ اقبال ان زوال آموز رویوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہے اور انسانی فلاح و بہبود، محبت و اخوت اور بھائی چارے کی طرف امتِ اسلامیہ کی توجہ مرکوز کرنے کی قایل ہے:

ربط و ضبط ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر(۱۸)

☆☆☆

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائے یہود(۱۹)

اکیسویں صدی میں جمہوری آزادی اور جمہوریت کو مغربی تناظر میں مشرقی تہذیب و ثقافت کے لیے خطرہ تصور کیا جا سکتا ہے اور آج مشرق وسطیٰ میں مغربی ممالک کی جانب سے کیے جانے والے حملے اقبال کی فکری تصور کی عکاسی کرتے ہیں۔ آج مسلم امہ کو ہر طرح سے رسوا اور بدنام کیا جا رہا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اقبال مغرب کی اس اسلام دشمنی سے خوب آشنا تھے۔ ان کے افکار و نظریات میں مغربی تہذیب کے اسلامی تہذیب کے خلاف واضح اثرات پائے جاتے ہیں۔ مغربی تہذیب سیاسی، مذہبی، سماجی، اقتصادی و معاشی طور پر اسلامی تہذیب سے جداگانہ نظریات کی حامل تہذیب ہے جبکہ مغربی تہذیب میں مذہبی تعصب، نفرت، بغض، قینہ، فتنہ و فساد اور ظلم و جبر جیسے عناصر پائے جاتے ہیں۔ اسلامی تہذیب امن و امان، ایثار و محبت، فلاح و بہبود اور بھائی چارے کا درس دیتی ہے۔ آپ نے بھی اپنی شعری کاوشوں اور افکار و نظریات میں ایسے ہی خیالات و تصورات کا اظہار کیا ہے اور اسلامی تہذیب کو عالم انسانیت کے لیے عالمگیریت کی حامل تہذیب قرار دیا ہے۔ یہ ہر مذہب کے لیے امن و امان کی راہ ہموار کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ معید الظفر، تہذیبی تصادم اور فکرِ اقبال، سری نگر: انسٹی ٹیوٹ یونیورسٹی آف کشمیر، ۲۰۰۴ء، ص: ۸۸

2. Samuel P. Hungtington, The Clash of civilization and The Remaking of world order, Dehli: Penguin Books,1997, P-321.

۳۔ معید الظفر، تہذیبی تصادم اور فکرِ اقبال، ص: ۶۷

۴۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۵ء، ص: ۵۹۹

۵۔ ایضاً، ص: ۳۶۷

۶۔ محمد علی، قائداعظم ،فلیپ :کلیاتِ اقبال ،جہلم: بک کارنر شوروم،۲۰۱۲ء

۷۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اردو،ص:۳۱۳

۸۔ ایضاً،ص:۳۰۲

۹۔ صوفی تبسم، علامہ اقبال صوفی تبسم کی نظر میں، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۸۳ء،ص:۸۱

۱۰۔ گلشن طارق، ڈاکٹر،فروغ اردو میں اقبال کی خدمات کاتحقیقی جائزہ، لاہور:فکشن ہاؤس،۲۰۱۲ء،ص:۲۵۹

۱۱۔ طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر، معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۱۳ء،ص:۶۴

۱۲۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اردو،ص:۱۴۱

۱۳۔ زاہد چودھری، مسلم پنجاب کا سیاسی ارتقاء، تکمیل وترتیب:حسن جعفر زیدی، لاہور: ادارۂ مطالعۂ تاریخ،۲۰۱۳ء،ص:۲۵۷

۱۴۔ محمد شریف، بقا،خطباتِ اقبال:ایک جائزہ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۹۱ء،ص:۹۳

۱۵۔ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال اردو،ص:۱۴۷

۱۶۔ ایضاً،ص:۱۶۰

۱۷۔ ایضاً،ص:۱۴۶

۱۸۔ ایضاً،ص:۲۶۵

۱۹۔ ایضاً،ص:۲۰۳

☆......☆......☆